# امیر المؤمنین

## حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حقیقت میں کمال وخوبی والا وہ شخص ہے جو دوسروں کو بھی کمال وخوبی والا بنا دے تو ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں کمال وخوبی والے ہیں جنہوں نے بے شمار لوگوں کو کمال وخوبی والا بنا دیا اور ان کا یہ فیض ہمیشہ جاری رہے گا کہ قیامت تک اپنے جاں نثاروں کو کمال وخوبی والا بناتے رہیں گے۔

اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو کمال وخوبی والا بنا دیا ان میں سے ایک مشہور و معروف امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔

### نام ونسب

آپ کا نام عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ کنیت ابوحفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عتمہ ہے جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی یعنی ابوجہل کی بہن ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی شجرۂ سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول فرمایا۔ جبکہ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لا چکی تھیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ نے اُنتالیس مرد اور تیئس عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ (تاریخ الخلفاء)

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے تھے یَا الٰہَ العالمین عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا ہو اس سے تو اسلام کو عزت عطا فرما اور حاکم کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دُعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الاِسْلَامَ بِعُمَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّۃً ۔ یعنی یا اللہ! خاص طور سے عمر بن خطاب کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت وقوت عطا فرما۔ تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوگئے۔

## آپ کے قبولِ اسلام کا واقعہ

دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایک روز کفار مکہ جمع ہوئے اور سب نے یہ طے کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ (معاذ اللہ ربّ العالمین)۔ مگر سوال پیدا ہوا کہ کون قتل کرے۔ مجمع میں اعلان ہوا کہ ہے کوئی بہادر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے۔ اس اعلان پر پورا مجمع تو خاموش رہا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو قتل کروں گا۔ لوگوں نے کہا بے شک تم ہی ان کو قتل کر سکتے ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور تلوار لٹکائے ہوئے چل دیئے۔ اسی خیال میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت نعیم بن عبداللہ بتایا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے دوسروں کا نام لکھا ہے۔ بہر حال اُنہوں نے پوچھا کہ اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قتل کے بعد تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ وہ تمہیں ان کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔ اس بات کو سن کر وہ بگڑ گئے اور کہنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ تو لاؤ میں پہلے تجھی کو نپٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی اور حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہا کہ ہاں میں مسلمان ہوگیا ہوں اپنی تلوار سنبھالی۔ عنقریب دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے۔ تیری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ دونوں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے انتہا غصہ پیدا ہوا وہ وہیں سے پلٹ پڑے اور سیدھے اپنی بہن

کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔ اُن کی آواز سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر کے ایک حصہ میں چھپ گئے بہن نے دروازہ کھولا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے اور پوچھا تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ اور یہ آواز کس کی تھی؟ آپ کے بہنوئی نے ٹال دیا اور کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لئے ہو۔ بہنوئی نے کہا ہاں باپ دادا کا دین باطل ہے اور دوسرا دین حق ہے۔ یہ سننا تھا کہ بے تحاشا ٹوٹ پڑے ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور زمین پر پٹک کر خوب مارا۔ ان کی بہن چھڑانے کیلئے دوڑیں تو ان کے منہ پر ایک گھونسا اتنی زور سے مارا کہ وہ خون سے تر بتر ہو گئیں۔ آخر وہ بھی حضرت عمر ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں کہ عمر ہم کو اس وجہ سے مار رہے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ کان کھول کر سن لو کہ تم مار مار کر ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ نکال لو یہ ہو سکتا ہے، لیکن ہمارے دل سے ایمان نکال لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور آپ کی بہن نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بے شک ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تجھ سے جو ہو سکے تو کر لے بہن کے جواب اور ان کو خون سے تر بتر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تم لوگ پڑھ رہے تھے تاکہ میں بھی اس کو پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر چند اصرار کیا مگر وہ بغیر غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا پھر کتاب لے کر پڑھی۔ اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا۔ جس وقت اس آیت کریمہ پر پہنچے۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔ یعنی بے شک میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو میری عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔ (پ ۱۶، ع ۱۰) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ جس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بات سنی تو آپ باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر! میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ کل جمعرات کی شب

□

میں سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا الٰہ العالمین! عمر اور ابوجہل میں جو تجھے محبوب و پیارا ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی دُعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صفا پہاڑی کے قریب حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ کو ساتھ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے چلے۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حفاظت اور نگرانی کیلئے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ عمر آرہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہے تب تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے اور اگر ان کی نیت کچھ اور ہے تو اس وقت ان کا قتل کرنا بہت آسان ہے۔ اسی درمیان میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان حالات کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان سے باہر تشریف لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن اور ان کی تلوار پکڑ لی اور فرمایا! اے عمر! کیا یہ فساد تم اس وقت تک برپا کرتے رہو گے جب تک کہ تم پر ذلت و رسوائی مسلط نہ ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ الا للّٰهُ وَاَنَّکَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس طرح اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں مقبول ہوئی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں۔

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا ۔۔۔ دُلہن بن کے نکلی دُعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور فرماتے ہیں......

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا ۔۔۔ بڑھی ناز سے جب دُعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چلے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے (معاذ اللہ) مگر خود ہی قتیل تیغ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے۔

شد غلامے کہ آپ جو آرد آپ جو آمد و غلام ببرد

اس واقعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ دیکھئے اسلام قبول کرنے والے کے ہاتھ میں شمشیر ہے اور اسلام پھیلانے والے کا ہاتھ شمشیر سے خالی ہے۔

## فاروق کا لقب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا تو میرے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں اس وقت جتنے مسلمان حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھے انہوں نے اتنی زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اس کو مکہ کے سب لوگوں نے سنا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی بے شک ہم حق پر ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا پھر یہ پوشیدگی اور پردہ کیوں ہے؟ اس کے بعد ہم سب مسلمان اس گھر سے دو صفیں بن کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری صف میں میں تھا اور اسی طرح ہم سب صفوں کی شکل میں مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کفار قریش نے مجھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ دیکھا تو ان کو بے انتہا ملال ہوا۔ اس روز سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ اس لئے کہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

## اظہارِ اسلام

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہو گیا تو اس کے بعد اپنے ماموں ابوجہل بن ہشام کے پاس پہنچا۔ ابوجہل خاندان قریش میں بہت با اثر سمجھا جاتا تھا اور اس کو بھی رئیس قریش کی حیثیت حاصل تھی۔ میں نے اس کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ اس نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں عمر ہوں اور میں تمہارا دین چھوڑ کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا عمر! ایسا کبھی مت کرنا۔ مگر میرے ڈر کے سبب باہر نہیں نکلا بلکہ اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ کیا طریقہ ہے؟ مگر اس نے کوئی جواب

نہیں دیا اور نہ دروازہ کھولا۔ میں اسی طرح دیر تک باہر کھڑا رہا۔ پھر وہاں سے قریش کے ایک دوسرے سردار اور با اثر شخص کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کو پکارا۔ وہ نکلا تو جو بات میں نے اپنے ماموں ابو جہل سے کہی تھی کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ وہی بات اس سے بھی کہی۔ تو اس نے بھی کہا کہ ایسا مت کرنا۔ پھر میرے خوف سے گھر کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ مسلمان مارے جاتے ہیں اور میں نہیں مارا جاتا ہوں۔ کوئی مجھ سے کچھ تعارض نہیں کرتا۔ میری یہ باتیں سن کر ایک شخص نے کہا کہ تم اپنا اسلام اور اپنا دین اس طرح ظاہر کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں میں اسی طرح ظاہر کروں گا۔ اس نے کہا وہ دیکھو پتھر کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں فلاں شخص ایسا ہے کہ اگر اس سے تم کچھ راز کی بات کہو تو وہ فوراً اعلان کر دے گا۔ اس سے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کر دو ہر جگہ خبر ہو جائے گی۔ ایک ایک آدمی کے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ میں وہاں پہنچا اور اس سے اپنے اسلام قبول کرنے کا ظاہر کیا۔ اس نے کہا کیا واقعی تم مسلمان ہو چکے ہو۔ میں نے کہا ہاں بے شک میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ اے لوگو! عمر بن خطاب ہمارے دین سے نکل گیا۔ یہ سنتے ہی اِدھر اُدھر جو مشرکین بیٹھے ہوئے تھے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ پھر دیر تک مار پیٹ ہوتی رہی۔ شور وغل کی آواز میرے ماموں ابو جہل نے سنی۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمر مسلمان ہو گیا ہے۔ میرا ماموں ابو جہل ایک پتھر پر چڑھا اور لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی۔ یہ سنتے ہی جو لوگ مجھ سے الجھ رہے تھے۔ الگ ہو گئے۔ مگر یہ بات مجھے بہت ناگوار ہوئی کہ دوسرے مسلمانوں سے مار پیٹ ہو اور مجھ کو پناہ دے دی جائے۔ میں ابو جہل کے پاس پھر پہنچا اور کہا جِوَارُكَ رُدَّ عَلَيْكَ ۔ یعنی تیری پناہ میں تجھے واپس کرتا ہوں۔ مجھے تیری پناہ کی ضرورت نہیں۔ پھر کچھ دنوں تک مار پیٹ کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا اسلام کی فتح تھی۔ ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت رحمت خداوندی تھی۔ ہم میں سے کسی کی یہ ہمت و طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس

نماز پڑھ سکیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو اُنہوں نے مشرکین سے اس قدر جنگ و جدال کیا کہ اُنہوں نے عاجز آ کر مسلمانوں کا پیچھا چھوڑ دیا تو ہم بیت اللہ شریف کے پاس اطمینان سے علانیہ نماز پڑھنے لگے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تب اسلام ظاہر ہوا۔ یعنی اس سے پہلے لوگ اپنا اسلام قبول کرنا ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ان کے ایمان لانے کے بعد لوگوں کو اسلام کی طرف کھلم کھلا بلایا جانے لگا اور ہم بیت اللہ شریف کے پاس مجلسیں قائم کرنے، اس کا علانیہ طواف کرنے، کافروں سے بدلہ لینے اور ان کا جواب دینے کے قابل ہو گئے۔

## آپ کی ہجرت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہجرت بھی بے مثال ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جسنے علانیہ ہجرت کی ہو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے نکلے تو آپ نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور کمان کندھے پر اور ترکش سے تیر نکال کر ہاتھ میں لے لیا پھر بیت اللہ شریف کے پاس حاضر ہوئے۔ وہاں بہت سے اشراف قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اطمینان سے کعبہ شریف کا طواف کیا۔ پھر بہت اطمینان سے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر اشراف قریش کی جماعت کے پاس آ کر ایک ایک شخص سے الگ الگ فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْه ۔ یعنی تم لوگوں کے چہرے بدشکل ہو جائیں بگڑ جائیں اور تمارا ناس ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا مَنْ اَرَادَ اَنْ تَثْكَلَهٗ اُمُّهٗ وَ يَتِمَ وَلَدُهٗ وَ تُرْمِلَ زَوْجَتُهٗ فَلْيَلْقَنِىْ وَرَاءَ هٰذَا الْوَادِىْ ۔ یعنی جو شخص کہ اپنی ماں کو بے اولاد، اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس وادی کے اس طرف آ کر میرا مقابلہ کرے۔ آپ کے اس طرح للکارنے کے باوجود ان اشراف قریش میں سے کسی مائی کے لعل کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کا پیچھا کرتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷۹)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے ہجرت کر کے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اوران کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ وہ پیچھے تشریف لائیں گے۔ تو آپ کے بعد سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(تاریخ الخلفاء)

امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور آپ وہ بہادر ہیں کہ غزوۂ اُحد میں بھی جب کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں میں افراتفری پیدا ہوگئی تو اس حالت میں بھی آپ ثابت قدم رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

## آپ کا حلیہ

حضرت زِر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کے سر کے بال خود پہننے کی وجہ سے گر گئے تھے۔ قد آپ کا لمبا تھا۔ مجمع میں آپ کا سر دوسرے لوگوں کے سروں سے اُونچا معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کسی جانور پر سوار ہیں۔

اور علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ جو لوگ گندمی بتلاتے ہیں اُنہوں نے قحط کے زمانہ میں آپ کو دیکھا ہوگا۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں زیتون کا تیل استعمال کرنے کے سبب رنگ آپ کا گندمی ہوگیا تھا۔

اور ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آخری عمر میں سر کے بال جھڑ گئے تھے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر تھے............ اور ابن رجا سے ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طویل القامت اور موٹے بدن کے آدمی تھے۔ سر کے بال بہت زیادہ جھڑے ہوئے تھے۔ رنگ

بہت گورا تھا جس میں سرخی جھلکتی تھی۔ آپ کے گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے۔ مونچھوں کے کنارے کا حصہ بہت لمبا تھا اوران کے اطراف میں سرخی تھی (تاریخ الخلفاء، ص ۸۹)

## فاروق اعظم اوراحادیث کریمہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ سرکاراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنَ الْخَطَّابِ ۔ یعنی اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۸) سبحان اللہ۔ یہ ہے مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوتے تو آپ نبی ہوتے۔ اس حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا عظیم الشان بیان ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْ مِنْ عُمَرَ یعنی میں بلاشبہ نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جن کے شیطان بھی اور انسان کے شیطان بھی دونوں میرے عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۸) یہ رعب و دبدبہ ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا کہ چاہے جن کا شیطان ہو یا انسان کا دونوں ان کے ڈر سے بھاگ جاتے ہیں۔

اور مدراج النبوۃ جلد دوم، ص ۴۲۶ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''عمر بامن ست و من باعمرم وحق باعمرست ہر جا کہ باشد''۔ یعنی عمر مجھ سے ہیں اور میں عمر سے ہوں اور عمر جس جگہ بھی ہوتے ہیں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو خواب دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جارہے ہیں اور مجھ کو دکھائے جارہے ہیں۔ وہ سب کُرتے پہنے ہوئے تھے۔ جن میں سے کچھ لوگوں کے کُرتے ایسے تھے جو صرف سینے تک تھے اور بعض لوگوں کے کُرتے اس سے نیچے تھے۔ پھر عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا جو اتنا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے کہ زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۵۵۷) اس حدیث شریف میں اس بات کا واضح بیان کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دینداری اور تقویٰ شعاری میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔

اور ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہِ جَعَلَ الْحَقَّ لِسَانِ عُمَرَوَ قَلْبِہٖ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرما دیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۵۵۷) مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں۔ ان کے قلب اور زبان پر باطل کبھی جاری نہیں ہوتا۔

اور طبرانی اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَحَب عمر فقد احبنی ۔ یعنی جس شخص نے عمر سے دُشمنی رکھی اس نے مجھ سے دُشمنی رکھی اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور خدائے تعالیٰ نے عرفہ والوں پر عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر ومباہات کی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور جتنے انبیائے کرام علیہم السلام دُنیا میں مبعوث ہوئے ہر نبی کی اُمت میں ایک محدِث ضرور ہوا ہے اور اگر کوئی محدِث میری اُمت میں ہے تو وہ عمر ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محدِث کیا ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی زبان سے ملائکہ بات کریں وہ محدِث ہوتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء' ص ۸۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَلَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ ۔ یعنی تم سے پہلے اُمتوں میں محدث ہوئے ہیں۔ اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۵۵۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دُنیا نہیں آئی اور نہ اُنہوں نے اس کی خواہش وتمنا فرمائی مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس دُنیا بہت آئی لیکن اُنہوں نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ ٹھکرا دیا (تاریخ الخلفاء' ص ۸۲)

بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دُنیا آئی کہ ان کے زمانۂ خلافت میں بہت ممالک فتح ہوئے اور بے شمار شہروں پر قبضہ ہوا جہاں سے بے انتہا مال غنیمت حاصل ہوا مگر آپ فقیرانہ زندگی ہی گزارتے تھے۔ آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں شہر مدائن فتح ہوا اور وہاں سے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ اس سے پہلے کسی شہر کے فتح ہونے پر نہیں حاصل ہوا تھا۔ شہر مدائن کے مال غنیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس شہر کے فتح کرنے والے لشکر کے سپاہی ساٹھ ہزار تھے۔ بیت المال کے پانچوں حصے نکالنے کے بعد ہر سپاہی کو بارہ ہزار درہم نقد ملا تھا اور یہ مال کسریٰ بادشاہ کے اس فرش کے علاوہ تھا جو سونے چاندی اور جواہرات سے بنا ہوا تھا۔ جس کو مخصوص درباروں میں کسریٰ بادشاہ کیلئے بچھایا جاتا تھا۔ یہ فرش لشکر کی اجازت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا اس فرش کی قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار کی رقم ملی تھی۔ تو اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دُنیا آتی تھی مگر آپ ہمیشہ اسے ٹھکراتے رہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ لوگوں کو ان کی تنخواہیں اور اس کے ساتھ عطیات کے طور پر بھی مال تقسیم کر دو۔ اُنہوں نے آپ کو لکھا کہ میں نے ایسا ہی کیا لیکن اس کے باوجود ابھی مال بہت زیادہ موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر فرمایا کہ کل مال ''مال غنیمت'' ہے جو خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے لہٰذا وہ سب مال انہیں پر تقسیم کر دو۔ وہ مال عمر یا اس کی اولاد کا نہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (تاریخ الخلفاء: ص ۹۸)

## آپ کی رائے سے قرآن کی موافقت

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائیں موجود ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے دوسری ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے دوسری۔ تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ اور حضرت

مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملہ میں جو کچھ مشورہ دیتے تھے قرآن شریف کی آیتیں اسی کے مطابق نازل ہوتی تھیں (تاریخ الخلفاء ص ۸۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے رب نے ان سے اکیس باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ ان میں سے چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ازواج مطہرات بھی ہوتی ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اس عرض کے بعد اُمہات المؤمنین کے پردہ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط یعنی اور جب تم امہات المؤمنین سے استعمال کرنیکی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ (پ ۲۲ ع ۴) (تاریخ الخلفاء)

ملک شام سے ایک قافلہ کے ساتھ ابوسفیان کے آنے کی خبر پاکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ابوجہل کفار قریش کا ایک بھاری لشکر لے کر قافلہ کی امداد کیلئے روانہ ہوا۔ ابوسفیان تو راستہ سے ہٹ کر اپنے قافلہ کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف چل پڑے۔ تو ابوجہل سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ قافلہ تو بچ گیا اب مکہ معظمہ واپس چلو مگر اس نے انکار کر دیا اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے بدر کی طرف چل پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد زیادہ ہے نہ ہمارے پاس کافی سامان اسلحہ ہے مگر اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کی طرف نکل کر کافروں سے مقابلہ کرنے ہی کا مشورہ دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (پ ۹ ع ۱۵) یعنی اے محبوب! تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ (بدر کی طرف) برآمد کیا اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملا اور آپ سے کہنے لگا کہ جبریل علیہ السلام فرشتہ جس کا تذکرہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں وہ ہمارا سخت دشمن ہے اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ یعنی جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا۔ تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔ تو جن الفاظ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی کو جواب دیا بالکل انہی الفاظ کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (پ ا، ع ۱۲) (تاریخ الخلفاء، ص ۸۴) آیت مبارکہ کے آخری جملہ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ سے معلوم ہوا کہ انبیاء و ملائکہ کی عداوت کفر ہے اور محبوبان حق سے دشمنی کرنا خدائے تعالیٰ سے دشمنی کرنا ہے۔

پہلی شریعتوں میں روزہ افطار کرنے کے بعد کھانا پینا اور ہم بستری کرنا عشاء کی نماز تک جائز تھا۔ بعد نماز عشاء یہ ساری چیزیں رات میں بھی حرام ہو جاتی تھیں۔ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ تک باقی رہا۔ یہاں تک کہ رمضان شریف کی رات میں نماز عشاء کے بعد عمر رضی اللہ عنہ سے ہم بستری ہوگئی جس پر وہ بہت نادم اور شرمندہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا (یعنی ان سے ہم بستری کرنا) تمہارے لئے حلال ہوگیا۔ (پ ۲، ع ۷)

بشر نامی ایک منافق تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا چلو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرالیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق فیصلہ کریں گے کبھی کسی کی طرفداری اور رعایت نہ فرمائیں گے۔ جس سے اس کا مطلب حاصل نہ ہو سکے گا اس لئے اس نے مدعی ایمان ہونے کے باوجود کہا کہ ہم کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بنائیں گے۔ یہودی جس کا معاملہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے اور جو رشوت خور ہوتا ہے اس سے صحیح فیصلہ کی اُمید رکھنا غلط ہے اس لئے کعب کے ہم مذہب

ہونے کے باوجود یہودی نے اس کو پنچ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو منافق کو فیصلہ کیلئے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مجبوراً آنا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حق فیصلہ کیا وہ اتفاق سے یہودی کے موافق اور منافق کے مخالف ہوا۔ منافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سننے کے بعد پھر یہودی کے در پے ہوا اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طے فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مانتا آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھہرو میں ابھی آ کر فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اس منافق مدعی ایمان کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو نہ مانے اس کے متعلق میرا یہی فیصلہ ہے تو بیان واقعہ کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۔ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (پ۵ع۶) کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اُترا اور اس پر جو تم سے پہلے اُترا پھر چاہتے ہیں کہ اپنا پنچ شیطان کو بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے ہرگز نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے انہیں دُور بھگا دے۔ (تفسیر جلالین وصاوی)

پھر کسی نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان کو قتل کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں فیصلہ کیلئے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے عمر سے ایسی اُمید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اُٹھانے کی جراٴت کر سکے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر مندرجہ ذیل آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء، ص۸۴)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ یعنی تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ تسلیم کر لیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اسے رُکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

(پ۵ع۶)

ان واقعات سے خداوند قدوس کی بارگاہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی باتوں کے موافق وحی الٰہی اور قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ مزید تفصیل جاننے کیلئے تاریخ الخلفاء وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

## آپ کی خلافت

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واقعہ علامہ واقدی کی روایت کے مطابق یوں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت علالت کے سبب بہت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور ان سے فرمایا کہ عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ میرے خیال میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں جتنا کہ آپ ان کے بارے میں خیال فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اُنہوں نے بھی یہی کہا کہ مجھ سے زیادہ آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ تو بتلاؤ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں میں ان کا مثل کوئی نہیں۔ پھر آپ نے سعید بن زید، اُسید بن حضیر اور دیگر انصار و مہاجرین حضرات سے بھی مشورہ لیا اور ان کی رائیں معلوم کیں۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ وہ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں اور اللہ جس سے ناخوش ہوتا ہے اس سے وہ بھی ناخوش رہتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے اور کارِ خلافت کیلئے ان سے زیادہ مستعد اور قوی شخص کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ اور صحابۂ کرام آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی سے آپ واقف ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ ان کو خلیفہ مقرر کریں گے تو خدائے تعالیٰ کے یہاں کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نے مجھ کو خوف زدہ کر دیا مگر میں بارگاہ خداوندی میں عرض کروں گا کہ یا اللہ العالمین! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے اور اے اعتراض کرنے والے یہ جو کچھ میں نے کہا ہے تم دوسرے لوگوں کو بھی پہنچا دینا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا لکھئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ وصیف نامہ ہے جو ابوبکر بن ابوقحافہ نے اپنے آخری زمانہ میں دُنیا سے رُخصت ہوتے وقت اور عہد آخرت کے شروع میں عالم بالا میں داخل ہوتے وقت لکھایا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ ایک کافر بھی ایمان لے آتا ہے۔ ایک فاسق و فاجر بھی یقین کی روشنی حاصل کر لیتا ہے اور ایک جھوٹا بھی سچ بولتا ہے۔ مسلمانو! اپنے بعد میں نے تمہارے اُوپر عمر بن خطاب کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔ ان کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ میں نے حتی الامکان خدا اور رسول، دین اور اپنے نفس کے بارے میں کوئی تقصیر و غلطی نہیں کی ہے اور جہاں تک ہو سکا تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عدل و انصاف سے کام لیں گے۔ اگر اُنہوں نے ایسا کیا تو میرے خیال کے مطابق ہوگا اور اگر اُنہوں نے عدل و انصاف کو چھوڑ دیا اور بدل گئے تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہوگا اور اے مسلمانو! میں نے تمہارے لئے نیکی اور بھلائی ہی کا قصد کیا ہے۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔ (پ ۱۹ ع ۱۵) یعنی اور ظالم عنقریب جانیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔

پھر آپ نے اس وصیت نامہ کو سر بمہر کرنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ مہر بند ہو گیا تو آپ نے اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا جسے لے کر وہ گئے لوگوں نے راضی خوشی سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر کچھ وصیتیں فرمائیں اور جب وہ چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھایا اور عرض کیا یا اللہ العالمین! یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے میری نیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہے۔ تو اس بات سے خوب واقف ہے کہ میں نے فتنہ و فساد کو روکنے کیلئے ایسا کام کیا ہے۔ میں نے اِس کے بارے میں اپنی رائے کے اجتہاد سے کام لیا ہے۔ مسلمانوں میں جو سب سے بہتر ہے میں نے اس کو ان کو والی بنایا ہے اور وہ ان میں سب سے قوی اور نیکی پر حریص ہے۔

اوریا الٰہ العالمین! میں تیرے حکم سے تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ خداوندا! تو ہی اپنے بندوں کا مالک ومختار ہے اور ان کی باگ ڈور تیرے ہی دست قدرت میں ہے۔ یا الٰہ العالمین! ان لوگوں میں درستگی اور صلاحیت پیدا کرنا اور عمر رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین میں سے کرنا اور ان کے ساتھ ان کی رعیت کو اچھی زندگی بسر کرنے کی توفیق فریق عطا فرما۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اپنی زندگی میں خلیفہ منتخب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی میں کسی کو خلیفہ نہیں بنایا حالانکہ وہ اچھائی اور بُرائی کو خوب جانتے تھے اور اپنی اُمت پر پوری پوری شفقت و رافت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے اُمت پر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

اس اعتراض کے تین جواب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ظاہری زندگی میں اُمت پر خلیفہ نہ بنانا کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان ہے اس لئے کہ رافضی سب کے سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ لہٰذا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی سنت نبوی کی پیروی میں خلیفہ منتخب کر دیا تو اس میں مخالفت کہاں سے لازم آ گئی اور اگر جواب کی بنیاد مذہب اہلسنت پر رکھیں تو اہلسنت کے محققین اس بات کے قائل ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج میں اپنا نائب خلیفہ بنایا ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رمز شناس، آپ کے کاموں کی باریکیوں سے آگاہ اور آپ کے اشاروں کو اچھی طرح سمجھتے تھے ان کیلئے اتنا ہی اشارہ کافی تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اس نقطۂ نظر سے خلافت نامہ لکھوایا کہ عرب وعجم کے نو مسلم بغیر تصریح وتخصیص کے اس سے واقف نہ ہو سکیں گے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے خلیفہ نہیں مقرر

فرمایا کہ آپ وحی الٰہی سے پورے یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر ہی خلیفہ ہوں گے صحابہ انہی پر اتفاق کریں گے اور کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ احادیث کریمہ جو اہلسنّت کی صحیح کتابوں میں موجود ہیں اس بات پر واضح طریقے سے دلالت کرتی ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَـابَـی اللّٰهُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَـا بَـکْـرٍ ۔ یعنی اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے اور حدیث شریف میں ہے فَـاِنَّـهُ الْخَلِیْفَةُ مِنْ بَعْدِیْ ۔ یعنی میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ رضی اللہ عنہ۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین کامل تھا کہ خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے تو خلافت نامہ لکھنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے کو بلایا تاکہ خلافت نامہ لکھیں۔ پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ لکھنے کی حاجت کیا ہے؟ تو آپ نے ارادہ ترک فرما دیا۔ بخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ آپ کے پاس وحی نہیں آتی تھی اور نہ آپ کو اس بات کا قطعی علم تھا کہ میرے بعد لوگ بلاشبہ عمر بن خطاب کو خلیفہ بنائیں گے اور اپنی عقل سے اسلام اور مسلمانوں کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو اچھا سمجھتے تھے اس لئے ان پر ضروری تھا کہ جس چیز میں اُمت کی بھلائی دیکھیں اس پر عمل کریں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی عقل نے صحیح کام کیا کہ اسلام کی شوکت، انتظام اُمور سلطنت اور کافروں کی ذلت جس قدر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ خلیفہ نہ بنانا اور چیز ہے اور خلیفہ بنانے سے منع کرنا اور چیز ہے۔ مخالفت جب لازم آتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بنانے سے روکے ہوتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنا دیتے اور اگر خلیفہ بنانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا ہے تو لازم آئے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (تحفۂ اثناعشریہ ص ۵۲۷،۵۲۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنا کر نہایت عقلمندی اور دانشمندی سے کام لیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے اسلام اپنی خوبیوں کی

بنا پر روز بروز پھیلتا ہی جائے گا۔ بڑی بڑی سلطنتیں زیرنگیں ہوں گی اور بڑے بڑے ممالک فتح ہوں گے جہاں سے بہت مال غنیمت آئے گا۔لوگ خوشحال و مالدار ہو جائیں گے اور مالداری کے بعد اکثر دُنیاداری آجاتی ہے دینداری کم ہو جاتی ہے۔اس لئے اب میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو خلیفہ ہونا ضروری ہے جو دین کے معاملہ میں بہت سخت ہیں اور شریعت کے معاملہ میں کسی کی پروانہیں کرتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے مستحق اور حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو اس نے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو خطا کار ٹھہرانے کے ساتھ تمام انصار ومہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی خطا کار ٹھہرایا۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ** (تاریخ الخلفاء،ص ۸۳)

## کرامات حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوئیں ہیں۔جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے علامہ ابونعیم نے دلائل میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ فرمارہے تھے یکا یک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا **یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ **یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ **یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرمادیا۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعد نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرمارہے تھے پھر یکا یک بلند آواز سے کہنے لگے **یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** ۔ تو یہ کیا معاملہ تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی میں ایسا کہنے پر مجبور ہو گیا تھا **رَاَیْتُھُمْ یُقَاتِلُوْنَ عِنْدَ جَبَلٍ یُؤْتَوْنَ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَ مِنْ خَلْفِھِمْ لَمْ اَمْلِكْ اَنْ قُلْتُ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل** ۔ یعنی میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا اے

ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی یَا سَارِیَۃُ الْجَبَل ۔اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے۔تو خدائے تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ہم نے انہیں قتل کر ڈالا۔اس طرح ہم کو فتح حاصل ہوئی۔(تاریخ الخلفاء، ص۸۶)

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نہاوند میں لڑائی کر رہے تھے جو ایران میں صوبہ آذر بائیجان کے پہاڑی شہروں میں سے ہے اور مدینہ طیبہ سے اِتنی دُور ہے کہ اُس زمانہ میں وہاں سے چل کر ایک ماہ کے اندر نہاوند نہیں پہنچ سکتے تھے۔جیسا کہ حاشیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم، ص ۶۰۱ میں ہے کہ ''نہاوند در (ایران) صوبہ آذر بائیجان از بلاد جبال ست کہ از مدینہ بیک ماہ آنجا نتواں رسید.....تو جب نہاوند مدینہ طیبہ سے اِتنی دُور ہے کہ اس زمانہ میں آدمی وہاں سے چل کر ایک ماہ میں نہاوند نہیں پہنچ سکتا تھا مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں خطبہ فرماتے ہوئے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو نہاوند میں لڑتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ دُشمن مسلمانوں کو آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں اور پہاڑ قریب میں ہیں۔پھر آپ نے انہیں آواز دے کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور بغیر کسی مشین کی مدد کے اپنی آواز کو وہاں تک پہنچا دیا۔یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کو امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے جو حدیث کی مشور و معتمد کتاب مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۵۴۶ پر بھی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جُمرہ یعنی چنگاری۔پھر آپ نے اس کے باپ کا نام دریافت فرمایا تو اس نے کہا شہاب یعنی شعلہ۔پھر آپ نے اس سے پوچھا

تمہارے قبیلہ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حُرقہ یعنی آگ ۔ اور جب آپ نے اس کے رہنے کی جگہ دریافت کی تو اس نے حُرہ بتایا یعنی گرمی ۔ آپ نے پوچھا کہ حُرہ کہا ہے؟ اس نے کہا ذات لظی (شعلہ والی) جگہ میں ان سارے جوابات کو سننے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَدْرِكَ اَهْلَكَ فَقَدِ احْتَرَقُوْا ۔ یعنی اپنے اہل وعیال کی خبر لو کہ وہ سب جل کر مر گئے ۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس ہوا تو دیکھا واقعی اس کے گھر کو آگ لگ گئی تھی اور سب لوگ جل کر مر گئے تھے ۔ (تاریخ الخلفاء، ص۸۶)

حضرت ابوالشیخ کتاب العصمت میں حضرت قیس بن حجاج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مصر فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا یٰاَیُّهَا الاَمِیْرُ اِنَّ لِنِیْلِنَا هٰذَا سُنَّةٌ لاَ یَجْرِیْ اِلاَّبِهَا ۔ یعنی اے حاکم! ہمارے اس دریائے نیل کیلئے ایک پُرانا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا ہے بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی ہی پر ہے ۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پُرانا طریقہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں ۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِنَّ هٰذَا لاَ یَکُوْنُ اَبَدًا فِیْ الاِسْلاَمِ ۔ یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سروپا ہیں ۔ اسلام اس قسم کی تمام باطل باتوں کو مٹانے آیا ہے ۔ وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا ۔ آپ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد واقعی دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے ۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا ۔ آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ

جواب دیا۔ بے شک اسلام اس قسم کی تمام لغو اور بیہودہ باتوں کو مٹانے کیلئے آیا ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ روانہ کر رہا ہوں تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو آپ نے اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ......

مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ مِصْرُ ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِکَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللّٰہُ یُجْرِیْکَ فَاَسْاَلُ اللّٰہَ الْوَاحِدَ الْقَھَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ ۔

یعنی اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر خدائے عزوجل تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس رُقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کو اِس طرح جاری فرمادیا ہے کہ سولہ ہاتھ پانی اور چڑھا ہوا ہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۷)

یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی کرامت ہے کہ آپ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا اور خدائے عزوجل سے دُعا کی۔ تو وہ دریائے نیل جو ہر سال ایک کنواری لڑکی کی جان لئے بغیر جاری نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے ہمیشہ کیلئے جاری ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ آپ بحر و بر دونوں پر حکومت فرماتے تھے۔ ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

یاد او گر مونس جانت بود ہر دو عالم زیر فرمانت بود

خلافت فاروقی کا زمانہ تھا ایک عجمی شخص مدینہ طیبہ میں آیا جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تلاش کر رہا تھا۔ کسی نے بتایا کہ کہیں آبادی کے باہر سو رہے ہوں گے۔ وہ شخص آبادی کے باہر نکل کر آپ کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں پایا کہ وہ زمین پر سر کے نیچے زرہ رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ اس نے دل میں سوچا

ساری دُنیا میں اس شخص کی وجہ سے فتنہ برپا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت ایران اور دُوسرے ملکوں میں اسلامی فوجوں نے تہلکہ مچا رکھا تھا۔ لہٰذا اس کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے اور آسان بھی ہے اس لئے کہ آبادی کے باہر سوتے ہوئے شخص کو مار ڈالنا کوئی مشکل بات نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے نیام سے تلوار نکالی اور آپ کی ذات بابرکات پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ غیب سے دو شیر نمودار ہوئے اور اس عجمی کی طرف بڑھے۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ چیخ پڑا۔ اس کی آواز سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جاگ اُٹھے۔ آپ کے بیدار ہونے پر اس نے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور پھر مسلمان ہوگیا۔ (سیرت خلفائے راشدین)

یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے کہ شیر جو انسان کے جان لیوا ہیں وہ آپ کی حفاظت کیلئے نمودار ہوگئے اور کیوں نہ ہو کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

## مقام رفیع

حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سورۂ کہف کی آیت کریمہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ الخ کی تفسیر میں بخاری شریف کی حدیث اِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا (۱) نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰہُ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَ الْبَعِیْدَ وَ اِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدًا لَہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی السَّھْلِ وَ الصَّعْبِ وَ الْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ ......... یعنی جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام رفیع تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا فرمایا ہے۔ تو جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی نظر ہو جاتا ہے تو وہ دُور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور دُور و نزدیک کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غسانی بادشاہ جُبلہ بن الایہم

اوس وخزرج کے بعض قبیلوں نے ملک شام میں ایک چشمہ پر جس کا نام غسان تھا ڈیرہ ڈالا اور اس علاقہ کے کچھ شہروں پر قبضہ کر لینے کے بعد ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر دی اور ملوک غسانیہ کے معزز نام سے مشہور ہو گئے۔ ملوک غسان میں سب سے پہلا بادشاہ جفنہ ہوا ہے اور سب سے آخری بادشاہ جبلہ بن الایہم۔ وہ پہلے بت پرست تھے۔ پھر رومی بادشاہوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اپنا قدیم مذہب چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ قریش مکہ کے بعد سب سے زیادہ جن کو اسلام کی قوت توڑ دینے اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی فکر تھی وہ ملوک غسان تھے۔ عرب کے دوسرے قبیلے اگرچہ مقابلہ کیلئے آمادہ ہوئے تھے لیکن ان کے پاس باقاعدہ لشکر نہ تھا اور نہ کسی قسم کا اہم ساز وسامان تھا مگر غسانیوں کی سلطنت نہایت باقاعدہ اور منظم تھی اور ان کا لشکر بھی آراستہ تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک زبردست بادشاہ قیصر روم سے ان کے تعلقات تھے جو ہر وقت ان کی امداد پر آمادہ اور مستعد تھا۔

ملک غسان مسلمان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے سوچ ہی رہا تھا کہ اسی دولان میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت شجاع بن وہب الاسعدی رضی اللہ عنہ اس کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر ایسے وقت پہنچے جب کہ قیصر روم کسریٰ کے مقابلہ سے فارغ ہو کر شکرانہ ادا کرنے کیلئے بیت المقدس آیا ہوا تھا اور غسان کا بادشاہ اس کی دعوت کے انتظام میں مشغول تھا۔ اسی سبب سے کئی روز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت شجاع رضی اللہ عنہ کو وہاں ٹھہرنا پڑا اور کئی روز تک رسائی نہ ہو سکی۔ آخر کسی طرح ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ملک غسان کے سامنے پیش ہوئے اور انہوں نے جو نامۂ مبارک اس کو دیا اس کا مضمون یہ تھا۔ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اِلٰی اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ يَبْقٰی لَكَ مُلْكُكَ ۔ یعنی میں تم کو صرف ایک خدا پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم ایمان لے آئے تو تمہارا ملک تمہارے لئے باقی رہے گا۔

شاہ غسان سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر بھڑک اُٹھا اور غصہ سے کہا کہ میرا ملک کون چھین سکتا ہے؟ میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں اور قاصد سے کہا کہ جا کر یہی بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہہ دینا۔

حضرت شجاع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غسان کے بادشاہ کی پوری کیفیت بیان کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بَادَ مُلْکُهٗ ۔ یعنی اس کا ملک تباہ و برباد ہو گیا۔

سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک حارث غسانی کے نام تھا اور ابن ہشام وغیرہ دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت شجاع رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک جبلہ بن الایہم کے یہاں لے کر گئے تھے۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک بھیجنے کا یہ اثر ہوا کہ جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی وہ بھڑک اُٹھی اور ملک غسان اپنی پوری قوت کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوا یہاں تک کہ غسانیوں ہی کی عداوت کے نتیجہ میں موتہ کا سخت ترین معرکہ ہوا جس میں مسلمانوں کو بڑا نقصان اُٹھانا پڑا کہ بہت سے سپاہی اور کئی ایک چیدہ و برگزیدہ سپہ سالار اس جنگ میں شہید ہو گئے۔

مدینہ طیبہ پر غسانی بادشاہ کے حملہ کی خبر جب قاصد کے ذریعہ پہنچی تو مسلمان بہت تشویش اور فکر میں ہوئے کہ اگر چہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملک غسان خائب و خاسر ہو گا اور اس کا ملک تباہ و برباد ہو گا لیکن مدینہ شریف پر اس کے حملہ سے نہ معلوم کتنی جانیں ضائع ہوں گی، کتنی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور نہ معلوم کتنے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے حملہ سے مدینہ طیبہ کو محفوظ رکھا...... غسانی بادشاہ جس کے مدینہ شریف پر حملہ کرنے کی خبر گرم تھی وہ حارث تھا یا جبلہ بن الایہم؟ اس میں اختلاف ہے۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غسانی بادشاہ جبلہ بن الایہم تھا۔

الغرض جبلہ بن الایہم نے مسلمانوں سے دُشمنی ظاہر کرنے میں کوئی کمی نہیں رکھی مگر اس کے باوجود وہ اسلام کی خوبیوں سے واقف تھا۔ اس کے کانوں تک اسلام کی اچھائیاں پہنچتی رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی دلیلوں اور نشانیوں کا بھی اسے علم تھا۔ انصار حضرات کا مسلمان ہو کر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں ٹھہرانا اور ان کی حفاظت و حمایت کیلئے جان و مال کو قربان کر دینا بھی آہستہ آہستہ اس کے اندر اسلام کی محبت

پیدا کر رہا تھا اس لئے کہ انصار اور جبلہ دونوں ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے...... بالآخر اسلام کی محبت اس کے دل میں بڑھتی گئی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ محبت اس قدر بڑھ گئی کہ اس نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں اسلام میں داخل ہونے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے نہایت خوشی سے تحریر فرمایا کہ تم بلا کھٹک چلے آؤ وَلَکَ مَا لَنَا وَ عَلَیْکَ مَا عَلَیْنَا ۔ یعنی ہر حال میں تم ہماری طرح ہو جاؤ گے۔

جبلہ بادشاہ اپنے قبیلہ عک اور غسان کے پانچ سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ جب مدینہ منور صرف دو منزل رہ گیا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور اپنے لشکر کے دو سو سواروں کو حکم دیا کہ زربفت و حریر کی سرخ و زرد وردیاں پہنیں اور گھوڑوں پر دیباج کی جھولیں ڈال کر ان کے گلے میں سونے کے طوق پہنائیں اور اپنا تاج سر پر رکھا پھر پوری شان دکھلانے کیلئے اپنے خاندان کی بہترین اور مایہ ناز ''قُرط ماریہ'' تاج میں لگائیں۔ ماریہ تمام غسانی بادشاہوں کی دادی تھی۔ اس کے پاس دو بالیاں تھیں جن میں دو موتی کبوتر کے انڈے کے برابر لگے ہوئے تھے۔ یہ بالیاں اپنی خوبصورتی اور بیش قیمت موتیوں کی وجہ سے بے مثل سمجھی جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ پوری دُنیا کے بادشاہوں کے خزانوں میں ایسے موتی اور ایسی بالیاں نہیں تھیں۔ ملوک غسان کو ان پر فخر تھا اور وہ ان بیش قیمت اور نادر ہونے کے علاوہ اپنی صاحب اقبال دادی کی یادگار سمجھ کر ان بالیوں کا نہایت احترام کرتے تھے اور اسی وجہ سے جبلہ نے یہ دکھلانے کو کہ اپنی اس شاہانہ حیثیت اور حالت آزادی و خود مختاری کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو کر امیر المومنین کی پیروی کو گوارا کرتا ہوں۔ ان بیش قیمت بالیوں کو بھی اپنے تاج میں لگا لیا تھا اس طرح بڑی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کو تیار ہوا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جبلہ کے استقبال کرنے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اُتارنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ میں خوشی اور مسرت کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ بچے اور بوڑھے سبھی اس جلوس کے نظارہ کو دیکھنے کیلئے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ مسلمانوں کیلئے حقیقت میں اس سے بڑھ کر خوشی کی اور کون سی بات ہو سکتی تھی کہ مذہب

اسلام جس کے پھیلانے کی خدمت اس کے سپرد ہوئی تھی اس کی اندر اس طرح راضی اور خوشی سے بڑے بڑے بادشاہ داخل ہوں۔مگر اس وقت یہ خوشی اس وجہ سے اور دوبالا ہو رہی تھی کہ وہی غسان کا بادشاہ جس کے حملہ کا چرچا مدینہ طیبہ میں گھر گھر تھا اور جس کے ڈر سے سب سہم رہے تھے۔آج وہی بادشاہ اس طرح سر تسلیم خم کئے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہا ہے یہ سب خدائے تعالیٰ کی قدرت اور اسلام کی ایک کرامت تھی اور اسی وجہ سے سب چھوٹے بڑے اس جلوس کو دیکھنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔

الغرض بڑی شان وشوکت اور نہایت تعظیم وتکریم سے استقبالیہ جماعت کے جھرمٹ میں شاہانہ جلوس کے ساتھ جبلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مہمان داری کے مراسم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مدینہ طیبہ میں ان نئے مہمانوں کی آمد سے خوب چہل پہل رہی.....اتفاق سے زمانہ حج قریب تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال حج کیلئے مکہ معظمہ حاضر ہوا کرتے تھے۔اس سال جب وہ حج کیلئے نکلے تو جبلہ بھی ساتھ میں روانہ ہوا۔وہاں بدقسمتی سے یہ بات پیش آ گئی کہ طواف کی حالت میں جبلہ کی لنگی پر جو بوجہ شان بادشاہی زمین پر گھسٹتی ہوئی جا رہی تھی قبیلہ فزارہ کے ایک شخص کا پاؤں پڑ گیا۔جس کے سبب لنگی کھل گئی۔جبلہ کو غصہ آیا اور اس نے اتنی زور سے منہ پر گھونسا مارا کہ اس کی ناک ٹیڑھی ہو گئی۔

یہ مقدمہ خلافت کی عدالت میں پہنچا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی رعایت کے حق فیصلہ کرتے ہوئے جبلہ سے فرمایا کہ یا تو تم کسی طرح مدعی کو راضی کر لو ورنہ بدلہ دینے کیلئے تیار ہو جاؤ جبلہ جو اپنے کو بڑی شان والا سمجھتا تھا۔یہ خلافِ اُمید فیصلہ اسے سخت ناگوار گزرا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ جبلہ کو یہ فیصلہ ناگوار گزرے گا مگر آپ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور بادشاہ کا لحاظ کئے بغیر حق فیصلہ سنا دیا۔اس نے کہا ایک معمولی آدمی کے عوض مجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔میں بادشاہ ہوں اور وہ ایک عام آدمی ہے۔حضرت نے فرمایا کہ بادشاہ اور رعیت کو اسلام نے اپنے احکام میں برابر کر دیا ہے۔کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔(پ ۲۶، ع ۱۴)

جبلہ نے کہا کہ میں تو یہ سمجھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تھا کہ میں پہلے سے زیادہ معزز

اور محترم ہو کر رہوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلامی قانون کا فیصلہ یہی ہے جس کی پابندی ہم پر اور تم پر لازم ہے۔ اس کے خلاف کچھ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تم کو اپنی عزت قائم رکھنی ہے تو اس کو کسی طرح راضی کرلو ورنہ عام مجمع میں بدلہ دینے کو تیار ہو جاؤ۔ جبلہ نے کہا تو میں پھر عیسائی ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا تو اب اس صورت میں تیرا قتل ضروری ہوگا۔ اس لئے کہ جو مرتد ہو جاتا ہے اسلام میں اس کی سزا یہی ہے۔ جبلہ نے کہا اپنے معاملہ میں غور و فکر کرنے کیلئے آپ مجھے ایک رات کی مہلت دیں۔ حضرت نے اس کی یہ درخواست منظور فرمالی اور اسے ایک رات کی مہلت دے دی۔ تو جبلہ اسی رات کو اپنے لشکر کے ساتھ پوشیدہ طور پر مکہ معظمہ سے بھاگ گیا اور قسطنطنیہ پہنچ کر نصرانی بن گیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

یہ ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بے مثال عدالت کہ آپ نے ایک معمولی آدمی کے مقابلہ میں ایسی شان و شوکت والے بادشاہ کی کوئی پروا نہ کی۔ اسے مدعی کے راضی کرنے یا بدلہ دینے پر مجبور کیا اور اس بات کا خیال بالکل نہ فرمایا کہ ایسے جلیل القدر بادشاہ پر اس فیصلہ کا ردعمل کیا ہوگا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ خلفائے راشدین نے اپنی اسی قسم کی خوبیوں سے اسلام کی جڑوں کو مضبوط فرمایا اور اسے خوب روشن و تابناک بنایا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

**انتباہ**

بعض لوگ آپ کے عدل و انصاف کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے ابوشحمہ نے شراب پی اور پھر اسی نشہ کی حالت میں زنا کیا۔ ان باتوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے لگوائے یہاں تک کہ اسی تکلیف سے بیمار ہو کر ان کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت ابوشحمہ رضی اللہ عنہ کی جانب زنا اور شراب نوشی کی نسبت غلط ہے مشہور ہو گیا۔ معتمد کتاب مجمع البحار میں ہے کہ زنا کی سبت صحیح نہیں البتہ انہوں نے نبیذ پی تھی اور نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں کہ جس میں کھجور بھگوئی گئی ہو اور اس کی مٹھاس پانی میں اُتر آئی ہو ''عمدۃ الرعایہ'' حاشیہ شرح وقایہ جلد اوّل مجیدی، صفحہ ۸۷ میں ہے ھو الماء الذی تنبذ فیہ تمرات فتخرج حلاوتھا اور نبیذ دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ کہ اس میں نشہ نہیں

ہوتا ایسی نبیذ حلال و پاک ہے اور حضرت سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے وضو بنانا بھی جائز ہے بشرطیکہ رقت وسیلان باقی ہو (شرح وقایہ صفحۂ مذکور) اور ایک نبیذ وہ ہوتی ہے جس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ حرام ونجس ہوتی ہے۔ حضرت ابوشحمہ رضی اللہ عنہ نے نبیذ پی یہ سمجھ کر کہ یہ حلال ہے نشہ والی نہیں مگر وہ نشہ والی ثابت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی گرفت فرمائی اور ازراہ عدل وانصاف انہیں سزا دی۔

## گورنروں سے شرائط

حضرت حزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو کہیں کا والی مقرر فرماتے تو اس سے چند شرطیں لکھوا لیتے تھے۔ اول یہ کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کا کھانا نہیں کھائے گا۔ تیسرے یہ کہ وہ باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔ چوتھے یہ کہ حاجت والوں کیلئے اپنے دروازہ کو بند نہیں کرے گا اور دربان نہیں رکھے گا۔

پھر جو شخص ان شرائط کی پابندی نہیں کرتا تھا اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتے تھے حاکم مصر عیاض بن غنم کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ ریشم پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے تو آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا عیاض بن غنم کو جس حالت میں بھی پاؤ گرفتار کر کیلئے آؤ۔ جب عیاض خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے ان کو کمبل کا کُرتا پہنایا اور بکریوں کا ایک ریوڑ انکے سپرد کیا اور فرمایا کہ جاؤ ان بکریوں کو چراؤ تم انسانوں پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ہو۔ یعنی عیاض بن غنم کو گورنر سے ایک چرواہا بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پوری مملکت اسلامیہ کے حکام اور گورنر آپ کی ہیبت سے کانپتے رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کاروبار خلافت اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک اس میں اتنی شدت نہ کی جائے جو جبر نہ بن جائے اور نہ اتنی نرمی برتی جائے کہ جو سستی سے تعبیر ہو۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ کسی حاکم کو کسی صوبہ پر مقرر فرماتے تو اس کے تمام مال واثاثے کی فہرست لکھوا کر اپنے پاس محفوظ کر لیا کرتے تھے ایک بار آپ نے اپنے تمام عمال کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اپنے موجودہ مال واثاثے کی ایک ایک فہرست بنا کر ان کو بھیج دیں۔ انہی عمال میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ

عنہ تھے جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب اُنہوں نے اپنے اثاثوں کی فہرست بنا کر بھیجی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے سارے مال کے دو حصے کیے جن میں سے ایک حصہ ان کیلئے چھوڑ دیا اور ایک حصہ بیت المال میں جمع کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۹۶)

## راتوں میں گشت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعایا کی خبر گیری کیلئے بدوی کا لباس پہن کر مدینہ طیبہ کے اطراف میں راتوں کو گشت کرتے تھے۔ ایک بار حسب معمول آپ گشت فرما رہے تھے کہ اُنہوں نے سنا ایک عورت کچھ اشعار پڑھ رہی ہے۔ جس کا خلاصہ ہے کہ......

''رات بہت ہوگئی اور ستارے چمک رہے ہیں مگر مجھے یہ بات جگا رہی ہے کہ میرے ساتھ کوئی کھیلنے والا نہیں ہے۔ تو میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے اللہ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو اس چار پائی کی چولیں ہلتیں لیکن میں اپنے نفس کے ساتھ اس نگہبان اور مؤکل سے ڈرتی ہوں جس کا کاتب کبھی نہیں تھکتا''۔

اشعار کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تیرا کیا معاملہ ہے کہ اس قسم کے اشعار پڑھ رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے اس کی ملاقات کے شوق میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ صبح ہوتے ہی آپ نے اس کے شوہر کو بلانے کیلئے قاصد روانہ فرما دیا اور چونکہ آپ کی زوجۂ محترمہ وفات پا چکی تھیں اس لئے آپ نے اپنی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورت کتنے زمانے تک شوہر کے بغیر رہ سکتی ہے؟ اس سوال کو سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا تو حضرت حفصہ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ تین مہینہ یا زیادہ سے زیادہ چار۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری فرما دیا کہ لَا یُحْبَسُ الْجُیُوْشُ فَوْقَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۔ یعنی چار مہینے سے زیادہ کسی سپاہی کو جنگ میں نہ روکا جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک رات آپ گشت فرما رہے تھے کہ ایک مکان سے آواز آئی بیٹی دُودھ میں پانی ملا دے۔ دوسری آواز آئی جو لڑکی کی تھی۔ ماں امیر المؤمنین کا حکم تجھ کو یاد نہیں رہا جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ دُودھ میں کوئی شخص پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا امیر المؤمنین یہاں دیکھنے

نہیں آئیں گے پانی ملا دے۔لڑکی نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتی کہ خلیفہ کے سامنے اطاعت کا اقرار اور پیٹھ پیچھے ان کی نافرمانی......اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سالم رضی اللہ عنہ تھے۔آپ نے ان سے فرمایا کہ اس گھر کو یاد رکھو اور صبح کے وقت حالات معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں رپورٹ پیش کی کہ لڑکی بہت نیک جواں اور بیوہ ہے۔کوئی مردان کا سرپرست نہیں ہے ماں بے سہارا ہے۔آپ نے اسی وقت اپنے سب لڑکوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے جو چاہے اس لڑکی سے نکاح کر لے۔تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے۔آپ نے اس بیوہ لڑکی کو بلا کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے عقد کر کے اپنی بہو بنالیا۔(عشرۂ مبشرہ)

اس واقعہ کو ایک غیر مقلد مولوی نے ایک جلسہ میں بیان کرنے کے بعد ان لفظوں میں تبصرہ کیا کہ دیکھو! امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے اعلیٰ خاندان کے ہوتے ہوئے اپنے صاحبزادہ کی شادی ایک گوالن سے کر دی۔لہٰذا حنفیوں کا ''کفو'' والا مسئلہ غلط ہے۔ اتفاق سے اس جلسہ کی تقریریں سننے کیلئے ایک سنی حنفی مولوی بھی گئے تھے۔غیر مقلد کی اس تقریر سے متاثر ہو کر اُنہوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ واقعی ''کفو'' کا مسئلہ غلط معلوم ہوتا ہے۔یہ بات اُنہوں نے ایک سنی حنفی مفتی سے بیان کی، تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ غیر مقلد نے فریب سے کام لیا جسے آپ بھانپ نہ سکے۔حنفیوں کے یہاں لڑکے کی طرف سے ''کفو'' ہونے کا اعتبار نہیں وہ چھوٹی سے چھوٹی برادری اور بہت کم درجہ کی لڑکی سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔''کفو'' ہونے کا اعتبار صرف لڑکی کی طرف سے ہے کہ بالغ ہونے کے باوجود اپنے والی کی رضا کے بغیر وہ غیر کفو سے نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ فقہ حنفی کی عام کتابوں میں مذکور ہے۔تو مولوی صاحب نے اقرار کیا کہ واقعی میں غیر مقلد کے فریب میں آ گیا تھا۔اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے بدمذہبوں کی تقریر سننے سے منع فرمایا گیا ہے کہ جب آپ دس سال علم دین حاصل کرنے کے باوجود اس کے فریب میں آ گئے تو عوام کا کیا حال ہوگا کسی مولوی کی تقریر کا سننا بھی دین کا حاصل کرنا ہے اور حدیث شریف میں ہے اُنْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ ۔یعنی دیکھ لو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔(رواہ مسلم، مشکوٰۃ، ص ۳۷)

لہٰذا کسی بد مذہب کی تقریر سننا حرام و ناجائز ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر کسی بد مذہب کی تقریر کا اثر نہیں ہوسکتا وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جب دس سال کے پڑھے ہوئے مولوی پر بد مذہب کی تقریر کا اثر پڑ گیا تو دوسرے لوگوں کی کیا حقیقت ہے۔ بس، دُعا ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے اور بد مذہبوں کی تقریر سے دُور رہنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین

## بیت المال سے وظیفہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دن رات خلافت کے کام انجام دیتے تھے مگر بیت المال سے کوئی خاص وظیفہ نہیں لیتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو کچھ دنوں کے بعد آپ نے لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ میں پہلے تجارت کیا کرتا تھا اور اب تم لوگوں نے مجھ کو خلافت کے کام میں مشغول کر دیا ہے تو اب گزارہ کی صورت کیا ہوگی۔ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ متوسط طریقہ پر جو آپ کے گھر والوں کیلئے اور آپ کیلئے کافی ہو جائے وہی مقرر فرمالیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کرلیا اس طرح بیت المال سے متوسط مقدار آپ کیلئے مقرر ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک مجلس جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ طے پایا کہ خلیفۃ المسلمین کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہئے کہ گزر میں تنگی ہوتی ہے مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ سے کہتا۔ تو ان لوگوں نے اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا اور تاکید کردی کہ ہم لوگوں کا نام نہ بتائے جب ام المؤمنین نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا۔ آپ نے لوگوں کے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں ان کو سخت سزا دیتا۔ یعنی آپ نے لوگوں کی رائے کی باوجود وظیفہ کے اضافہ کو منظور نہیں فرمایا بلکہ ان پر اور ناراضگی ظاہر فرمائی۔

رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ و ارضاہ عنا وعن سائر المسلمین ۔

## وسیلہ

آپ کے زمانۂ خلافت میں ایک بار زبردست قحط پڑا۔ آپ نے بارش طلب کرنے کیلئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز استسقا ادا فرمائی۔ حضرت ابن عون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کر کے اس طرح بارگاہ الٰہی میں دُعا کی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ اَنْ تُذْھِبَ عَنَّا الْمَحْلَ وَ اَنْ تَسْقِیَنَا الْغَیْثُ ۔ یعنی یا الٰہ العالمین! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر تیری بارگاہ میں عرض کرتے ہیں قحط اور خشک سالی کو ختم فرما دے اور ہم پر رحمت والی بارش نازل فرما۔ یہ دُعا مانگ کر ابھی آپ واپس بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور کئی روز تک مسلسل ہوتی رہی۔ (تاریخ الخلفا ص ۹۰)......معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والوں کو اپنی کسی حاجت کیلئے وسیلہ بنانا شرک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّشِدِیْنَ ۔ یعنی میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

## آپ کی شہادت

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں دُعا کی اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ یعنی یا الٰہ العالمین! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دُعا اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولولوہ نے آپ سے شکایت کی کہ اس آقا روزانہ اس سے چار درہم وصول کرتے ہیں آپ اس میں کمی کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوہار اور بڑھئی کا کام خوب اچھی طرح جانتے ہو اور نقاشی بھی بہت عمدہ کرتے ہو تو چار درہم یومیہ تمہارے اُوپر زیادہ نہیں ہیں۔ اس جواب کو سن کر وہ غصہ سے تلملاتا ہوا واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے اسے پھر بلایا اور فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ "اگر آپ کہیں تو میں ایسی چکی تیار کردوں جو ہوا سے چلے" اس نے تیور بدل کر کہا کہ ہاں۔ میں آپ کیلئے ایسی چکی تیار کردوں گا جس کا لوگ ہمیشہ ذکر کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے۔مگر آپ نے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی۔ ابولولوہ غلام نے آپ کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا۔ ایک خنجر پر دھار لگائی اور اس کو زہر میں بجھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کیلئے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور ان کا طریقہ تھا کہ وہ تکبیر تحریمہ سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ صفیں سیدھی کرلو۔ یہ سن کر ابولولوہ آپ کے بالکل قریب صف میں آ کر کھڑا ہو گیا اور پھر آپ کے کندھے اور پہلو پر خنجر سے دو وار کیے جس سے آپ گر پڑے۔ اس کے بعد اس نے اور نمازیوں پر حملہ کر کے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے بعد میں چھ افراد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت جبکہ وہ لوگوں کو زخمی کر رہا تھا ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور جب وہ اس کپڑے میں اُلجھ گیا تو اس نے اسی وقت خودکشی کرلی۔

چونکہ اب سورج نکلا ہی چاہتا تھا اس لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو مختصر سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کے مکان پر لائے۔ پہلے آپ کو نبیذ پلائی گئی جو زخموں کے راستے باہر نکل گئی پھر دُودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔ کسی شخص نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے فرزند عبداللہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کردیں۔ آپ نے اس شخص کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے۔ تم مجھے ایسا غلط مشورہ دے رہے ہو۔ جسے اپنے بیوی کو صحیح طریقہ سے طلاق دینے کا بھی سلیقہ نہ ہو کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کردوں؟...... پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کی انتخابِ خلیفہ کیلئے ایک کمیٹی بنادی اور فرمایا کہ ان ہی میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔

اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بتاؤ ہم پر کتنا قرض ہے۔ اُنہوں نے حساب کر کے بتایا کہ تقریباً چھیاسی ہزار قرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رقم ہمارے مال سے ادا کردینا اور اگر اس سے پورا نہ ہو تو بنو عدی سے مانگنا اور اگر ان سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لینا۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا سے کہو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اپنے باپ کی خواہش کو ظاہر کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ کر رکھی تھی مگر میں آج اپنی ذات پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کے دن آپ زخمی ہوئے اور تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن امور خلافت کو انجام دے کر ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم — جان شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جب روضۂ منورہ کی دیوار گر پڑی اور لوگوں نے اس کی تعمیر (۸۷ھ میں) شروع کی تو (بنیاد کھودتے وقت) ایک قدم (گھٹنے تک) ظاہر ہوا۔ تو سب لوگ گھبرا گئے اور لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے اور وہاں کوئی جاننے والا نہیں ملا تو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا لاَ وَ اللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا هِيَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ۔ یعنی خدا کی قسم! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم شریف نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ہے۔ (بخاری شریف' جلد اول' ص ۱۸۶)

خلاصہ یہ کہ تقریباً ۶۴ برس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بدستور سابق رہا اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور نہ کبھی ہوگی۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں مرتے ہیں جو اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا محمدٍ وَّ علٰی اٰلہٖ
واصحابہٖ و ازواجہٖ و ذریاتہٖ اجمعین ۔
برحمتك یا ارحم الراحمین

☆☆☆